

الحق

وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه

كذبتكم إلا بخوار في الجمعة بكل لسان

در مطبع حاد استنسیت به تمام حروف ضیاء الرحمن

الکتاب مطبع مطوع شد

بنائے جائیں اور اللہ کی نعمتوں کو اس سے لکھا جائے تو تمام دریا خشک اور درخت فنا ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہرگز ختم نہ ہونے پائیں اور سکا کتنا بڑا لطف احسان ہے کہ ہم لوگ باوجود دیکھ کے احسانات کا شکر و عمدہ طور پر اس کی اطاعت نہیں کرتے لیکن وہ ہم پر ہمیشہ نظر عنایت و رحمت فرماتا ہے نعمتوں کا مینہ برساتا ہے اگر عباد اللہ تہوڑی دیر کے لئے اس کی رحمت جدا ہو جائے تو زمین و آسمان میں کوئی اپنے لئے کہیں نہ بکنا نہ بچا ولو یواخذ الله الناس بظلمهم ما تروا علیہا من دابة یعنی اگر کپڑے اللہ تعالیٰ کو گونگواؤں کی نافرمانیوں پر تو زمین پر ایک بھی چلنے والا باقی نہ رہے۔ سب سے بڑی نعمت جس میں دین و دنیا کی خوبی و بہبودی پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اس مربی و منعم نے ہم پر قرآن مجید نازل فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا مقتدا و پیشوا بنایا۔ کمال فخر و سرت کا مقام ہے کہ ہمارا پروردگار بھی کریم اور جو اس نے رسول بھیجا وہ بھی کریم۔

یا رب تو کریم ہی رسول تو کریم مہمہ صد شکر کہ یتیم میان دو کریم ۛ

دنیا میں جو کچھ خیر و عافیت اور اسن و امان کی کیفیت نظر آتی ہے اس کا سبب سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ ایک قرآن پاک کا خوشنما منظر اور دلربا پیکر جلوہ گر اور اس کے ہزاروں حافظ و واعظ اور آنحضرت صلعم کا نام لینے والے روفی و فروزین ورنہ تمام جہان تیرہ و تاریک ہوتا اور سوائے وحشت و جہالت اور شر و فساد اور کچھ نظر نہ آتا آنحضرت صلعم نے اسی قرآن کے ذریعہ سے گمراہوں کو ہدایت فرمائی اور اسی کو وعظ و بیان سے روشنی پہنچائی اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی کلام ہے علم حدیث گویا اسی کی شرح و تفسیر کا نام ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد نبی و تابعین و علماء دین نے بھی اپنے وعظ و بیان میں اسی قرآن کو منظور نظر و ملحوظ خاطر فرمایا۔ اور واقعی بات یہی ہے کہ ہدایت و اصلاح کا ذریعہ وعظ و بیان اور تبلیغ احکام کے سوا اور کوئی نہیں قرآن و حدیث میں جا بجا وعظ و تبلیغ کے لئے تنبیہ و تاکید و ارادہ اور اخفا سے حق و خاموشی پر وعید و

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي أنزل القرآن شفاء لما في الصدور و
 أخرج الناس من الظلمات إلى النور وبعث إليهم رسولا
 هاديا صاحب الفضل والكرم الموفرا شهيداً لا اله
 إلا الله وحده لا شريك له واشهد أن محمداً عبده و
 رسوله الذي يشفع لامته يوم البعث والنشور صلى الله
 صلوة زكية متواليه على روحه المبرور وعلى آل وصحبه
 الذين نشر دانيه المصروف والمنصور أما بعد
 اللہ جل جلالہ کی نعمتیں اور اسماںات بندوں پر بے شمار و بیجا ہیں نہ ان کا شکر
 ادا ہو سکتا ہے اگرچہ تمام مخلوق مل کر ادا کرنا چاہے اور نہ انمازہ میں آسکتے ہیں۔
 اگرچہ پورا جہان شب و روز اس کے لئے کوشش کرے وان تعذوا نعمۃ اللہ لا
 تحصوها اگر وہ زمین کے تمام دریاؤں کی سیابی اور سب درختوں کے قلم

کے سوا اور کسی طرف بہت کم متوجہ ہوئی ہیں جب یہ بات سب تو وعظ کے واسطے توجہ
کے لئے ایسا وقت مقرر ہونا چاہئے جس میں مسلمانوں کے لئے شعل مشعل
ایک پلٹم دو کلج۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کر شمد و کار۔ کا نمونہ ظہور میں آئے مسلمان
لوگ اس وقت میں ضروری سمجھ کر حاضر بھی ہوئیں اور وعظ سے بھی استفادہ ہو جائیں ایسا
وقت خطبہ جمعہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں معلوم ہوتا جس طرح خطبہ کا شننا اگر ان نہیں گذرنا ہو طبع
وعظ کا عندنا دشوار نہ ہوگا بلکہ مٹا فایکدہ حاصل اور بختہ دار ایمان تازہ ہوگا اور حلال و حرام اور حدود
وعید کے سننے سے وہ کیفیت پیدا ہوگی جو مکہ مکرمہ میں آ کر سننے یا زمین کو پانی دینے سے
ہوتی ہے جس کا کئی ہفتہ اور بلا کو وقت و کلفت یہ پانی و پوتانی ہوتی ہے اس کی عمر کی بچھنگی
میں کیا شک ہے۔ ہر چند کہ یہ زمانہ اس کا خیر سے خالی نہیں جا بجا طبیبین وعظ کا سلسلہ
جاری ہے۔ لیکن بہت قلیل ہے عام طور پر ہر کسی اشاعت نہیں۔ متعدد جمعرات اہل علم
اس کو معیوب اور شہ غامد موم و بدعت تصور کرتے ہیں چنانچہ اپنی احوال بطور رسالہ کے ایک نوٹ
جو کچھ علماء ہندوستان کی تحریرات سے معمور اور موابہیر سے مزین ہے۔ اور راہ رسالہ کا نام
برائے نام **دفع بدعتہ** ہے راقم الحروف کے پاس پہونچا بعض برادران دینی نے اسے پھر
فرسائی اور رائے زنی کے لئے ارشاد فرمایا اور مناسب معلوم ہوا کہ امر مہیوب کو خطا ہو گیا تھا
تاکہ سلسلہ خیرات و برکات بالکل ہند ہو جائے۔ واللہ الموفق والمعلین وعلیہم السلام

حضرات مقتدیان نے اپنے فتاویٰ میں دوام کے متعلق بحث کی ہے۔ اول ماخیز
ماہ رمضان المبارک میں الوداع کا خطبہ پڑھنا اور رمضان کے رخصت و وداع پر حضرت و
ظاہر کرنا۔ دوم خطبہ جمعہ کا عربی کے سوا دوسری زبان میں سننا۔ سوم اول کی نسبت
سب نے بالاتفاق فرمایا کہ بدعت و مکروہ اور ناجائز ہے۔ انہیں سے صرف ایک مفتی صاحب
نے جن کا نمبر دوم ہے اس کے خلاف تحریر فرمایا اور خطبہ الوداع کو بوجہ صلحت جائز و مشروع قرار دیا

تہمید موجود ہے۔ پس وعظ و بیان کا سلسلہ جاری کرنا اور تبلیغ کو عمل میں لانا بہت ضروری ہوا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ وعظ کے لئے سامعین کا حاضر ہونا ضروری ہے ورنہ اکیلا واعظ کسکو وعظ سنائیگا اور کیا ہدایت کریگا۔ اور سامعین کی حالتیں مختلف ہیں بعض تجارت و حرفت میں مشغول اور بعض ملازمت کی وجہ سے پابند اور بعض مطمئن و فراغ البال اور بعض آشفتہ حال۔ اگر وعظ کے لئے جداگانہ خصوصیت کے ساتھ کوئی وقت مقرر کیا جائے تو بیشتر حاضرین کو شرکت و سماعت گران ہوگی اگر طوعاً و کرہاً حاضری ہوئے تو اتفاقی طور پر لیکن ملامت و پابندی نہیں ہو سکتی۔

احب الاعمال الى الله اذومه یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ نیک عمل زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ ہو۔ آجکل جو بعد نماز جمعہ کے وعظ کا جلسہ قائم کیا جاتا ہے اسکی بھی یہی کیفیت ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذا قضيت الصلوة فانتشروا في الارض الخ یعنی جب نماز جمعہ سے فراغت حاصل ہو تو اپنے کاروبار کے لئے ادھر ادھر پھیل جاؤ اور تجارت وغیرہ میں مشغول ہو جاؤ جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے انتشار اور حصول معاش کا موقع قرار دیا اسکو وعظ کے لئے اجتماع و پابندی کا محل قرار دینا طبیعتوں پر گونہ گران گذرتا ہے۔ بلکہ عجب نہیں کہ نفرت و وحشت کا باعث ہو اسلئے نماز کے بارہ میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا من صلت بالناس فليخفف فان فيهم لضعيف والسقيم وذا الحاح حته ومن صلت وحده فليطول ما شاء وقال ان منكم متفرين یعنی جو شخص لوگوں کا امام ہو اسکو چاہئے کہ نماز میں تخفیف کرے اور وقت بیکے ساتھ مراعات عمل میں لاوے کیونکہ اونہیں بعض مریض اور بعض ضعیف اور ضرورتوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جسقدر چاہے دراز کرے۔ آنحضرت صلوٰۃ کو خاص خاص اوقات میں پابندی کے ساتھ وعظ فرماتے تھے۔ کیونکہ اکثر اوقات عورتیں مکانون کے اندر رہتی ہیں اور کاروبار خانگی

وغیرہ خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کا خطبہ اور نماز کا حال کیساتھ سب جہتوں سے ناواقف ہو جائے
 کے دوسری زبان میں کچھ ٹیپٹنا جائز ہے۔ اس خطبہ میں بھی کچھ غلطیاں ہوتی ہیں۔
 ابو حنیفہ اور صاحبین کا اختلاف جو کہ آئمہ و فقہی صاحب نے نقل کیا ہے اسی پر اختلاف
 کرتا ہے **اقول** وبالله التوفیق۔ اول اس امر کو بیان کیا جاتا ہے کہ خطبہ صرف نماز
 صلوات اور تلاوت قرآن کا نام ہے۔ یا وہ نماز نہیں ہے اور نہ کسی خدائے بھی ہو سکے۔ اس
 ضروری ہے پس واضح ہو کہ خطبہ صرف حمد و صلوات اور قراءت قرآن کا نام نہیں ہے بلکہ
 نصیحت کا بھی اس میں شامل ہونا ضروری ہے **قال** اللہ تعالیٰ فی سورۃ النور
 وذکر البیع یعنی جب جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کی طرف دوہرا ہو۔
 خرید و فروخت کو چھوڑ دینے کا اذان ہونے سے منع و منع اور نہ ہونے کا ہونا
 ہو جاتا ہے۔ اور خطبہ کے لئے مسجد میں حاضر ہونا فرض اور نہ ہونا ہے۔ اگرچہ وہ
 و افضل اور کثرت حسنات کا سبب یہی ہے کہ اذان سے پہلے آواز کے وقت میں حاضر ہونا
 ہو لیکن اذان ہونے پر حاضری کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ
 لئے خصوصیت و مزیت ہے اس واسطے اس کو ذکر اذان سے تعبیر فرما کر اس کے لئے
 لئے حکم صادر کیا گیا۔ ورنہ ذکر اللہ کی صورتیں متعدد ہیں ان میں سے ایک اذان ہی ہے۔
 حالانکہ اذان کا شتمنا کسیک نزدیک بھی فرض نہیں اگر فرض ہوتا تو اذان سے پہلے سمجھنا
 یا اس کے قریب حاضر ہونا تاکہ اذان سننے میں آئے ضروری قرار دیا جائے حالانکہ اذان
 سے پہلے حاضر ہونا ضروری اور لازمی نہیں بلکہ خطبہ کے وقت ضروری ہے وہ اس کی سبب
 کہ اذان سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اعلان دیا جائے اور خطبہ و نماز کے لئے ہونا
 جائے اور یہ امر ظاہر ہے کہ لوگوں کا حاضر ہونا بغیر اعلان کے بھی ہو سکتا ہے جو لوگ
 کہ مقام اذان سے فاصلہ پر رہتے ہیں اور ہمیشہ اذان کو نہیں سن سکتے تو ان کی طرف
 صرف وقت کی شناخت کے سبب ہو سکتی ہے اذان کے سننے پر موقوف نہیں

لیکن دیگر مفتی صاحبان نے زور شور کے ساتھ مدلل طور پر اسکی تردید فرمائی۔ سو لازم ہوا کہ
 اور غالباً جملہ حدیث کو اس سے اتفاق ہے۔ بلا شک خطبہ لوداع امر محدث فی الدین
 اور ناجائز اور اخیر رمضان میں اسکا پڑھنا محض لاجملہ و رب موقع ہے واللہ اعلم۔
 امر دوم کی نسبت بھی ہر چند کہ بدعت و مکروہ ہونے کا حکم صادر کیا گیا ہے لیکن سب مفتیان
 نے اس پر اتفاق ظاہر نہیں فرمایا بلکہ بعض نے سکوت کیا اور صرف خطبہ لوداع کے
 بدعت و ناجائز قرار دینے پر اکتفا فرمایا اور خطبہ نبی بنیال اردو وغیرہ وعظ سنائے سے
 سکوت کیا اس سے ضمننا و اشارتا پایا جاتا ہے کہ حضرات موصوف کے نزدیک امر مذکور جائز و
 مشروع ہے۔ السکوت فی معرض البیان بیان یعنی بیان کرنے کے موقع
 میں خاموشی رضا اور اجازت کی دلیل ہے۔ اور بعض حضرات نے صراحتاً اسکو جائز و
 مشروع قرار دیا چنانچہ سکوت فرمایا والے ایک مولوی مفتی علی دیوبندی۔ دوم مولوی
 خلیل احمد صاحب انہی مولوی ہیں جنکا نمبر سا توان و توان ہے۔ اور جائز و مشروع قرار دینوالے
 مولوی محمد اسماعیل بیگ صاحب مدرس عربی مدرسہ امدادیہ بین کہ پانچویں نمبر میں وارد ہیں حضرت
 موصوف نے صاف طور پر تحریر فرمایا کہ اگر سامعین زبان عربی سے نا فہم ہوں تو احکام مندرجہ خطبہ
 کو اگر زبان سامعین پڑھ کر سمجھاؤ گے تو بہتر ہے جنہا اللہ خیر العباد مفتی گنگوہی صاحب
 نے اپنی علوت دیرینہ کے موافق نہایت مجمل و مختصر طور پر تحریر فرمایا کہ خطبہ کو زبان عربی کے
 سوا دوسری زبان میں سننا بدعت و مکروہ ہے۔ دیگر مفتیان نے کسی قدر تفصیل و تشریح
 کے ساتھ۔ لیکن ناجائز ہوئی کی وجہ اور دلیل بیان کی گئی ہے وہ سب کی تحریروں میں ایک ہے
 یعنی صحابہ کرام سے اسکا ثبوت نہیں پایا جاتا۔ ایک مفتی صاحب نے جبکا نمبر دو سو ان ہے
 اسقدر زائد تحریر فرمایا ہے کہ خطبہ ہر حال میں برائے ذکر ہے نہ وعظ اگرچہ وعظ بالبیعہ حاصل ہو جائے
 لیکن مقصود بالذات ذکر اللہ ہے کہ ہمہ فاسعوا الی ذکر اللہ دلیل واضح ہے۔ اگر
 افہام و تفہیم کو علت غائی قرار دیا جائے تو اس سے صحابہ پر طعن لازم آتا ہے۔ وغیرہ

جاتا ہے قبلہ کی جانب پشت کی جاتی ہے۔ اور جس طرح نماز میں خصوصیت کے ساتھ الحمد وغیرہ پڑھی جاتی ہے اس طرح خطبہ میں کسی قسم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ نہیں کیا جاتا اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خطبہ سے لوگوں کو مخاطب بنانا اور فمائش اور وعظ کا عمل میں لانا نہ نظر ہوتا ہے اگر نماز کی طرح خطبہ میں بھی سورۃ فاتحہ وارکان مخصوصہ اور ادعیہ ماثورہ کی خصوصیت ہوتی تو وعظ و تذکیر کے لیے میدان فراخ اور دروازہ کشادہ نہ ہوتا۔ جب اُس میں اس قسم کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اُس کے لیے زیادہ تر کھڑے ہو کر پڑھنے اور بولنے کی ضرورت ہے تو معلوم ہوا کہ وعظ کے لیے درمیان میں کوئی امر حائل نہیں بلکہ میدان صاف ہے۔ و نیز جس طرح نماز میں ادھر ادھر دیکھنے اور متوجہ ہونے سے سخت مانعت وارد ہے اس طرح خطبہ میں ہرگز نہیں بلکہ خطبہ میں سامعین و حاضرین کے لحاظ سے دائیں بائیں دیکھنا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہونا بہت مناسب ہے۔ وعظ میں یہی کیفیت ہونی چاہیے ایسے ہی نماز میں بلا ضرورت شرعی حرکت و جنبش اور جگہ سے انتقال کرنا جائز نہیں اور خطبہ میں جائز ہے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ کی حالت میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو منبر کے قریب دیکھا آپ نے اُن کو دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش فرمائی پس معلوم ہوا کہ نماز و خطبہ میں مشرق و مغرب کا تفاوت ہے اگر مناسبت و اتحاد ہے تو صرف فرض و ضروری ہونے کے لحاظ سے یعنی جس طرح ادائی صلوٰۃ فرض و ضروری ہے اسی طرح خطبہ بھی ہے۔ یہی کیفیت روزہ وغیرہ کی ہے روزہ کے لیے طہارت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ روزہ کی حالت میں اگر احتلام وغیرہ سے جنابت اور ناپاکی کی نوبت ہووے تو روزہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہو سکتا

جب نماز جمعہ کا وقت آیا تو فوراً حاضر ہونا ضروری ہو خواہ اذان سننے میں آئے یا نہ آئے
 پس خطبہ کے لئے جو کہ ذکر اللہ ہے حاضری کا ضروری قرار دینا اور اس کے سننے کو ہر مکہ
 فرمانا ایک خصوصیت اور فرضیت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ
 ذکر اللہ میں وہ بات قائم کی گئی جو دوسرے موقع پر ذکر اللہ سے حاصل نہیں ہوتی یہ
 امر مسلم کہ خدا و رسول نے خطبہ کو ضروری قرار دیا اس لئے اس کو ضروری و لازمی مانا گیا
 لیکن اس کے سبب سے بیع و شتر کو حرام فرمانا اور فی الفور حاضری کو ضروری قرار دینا
 اور دیگر اذکار کے لئے یہ امر ضروری نفرمانا اس کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ شارع
 کا حکم و فرمان فضول و عبث اور بے محل نہیں ہو سکتا۔ نماز کے لئے حاضر ہونا اور جماعت
 میں شامل ہونا اگرچہ سنت ہو کہ وہ اور بہت مناسب ہے لیکن خطبہ کی طرح فرض و
 ضروری نہیں اگر تنہا نماز اپنے مکان میں ادا کیجائے تب بھی فرض ادا ہو جائیگا
 اگرچہ فضیلت حاصل نہ ہوگی جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے نماز کی طرح خطبہ اپنے
 گہر میں پڑھ لینا اور مسجد میں حاضر ہونا کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا اور نہ تنہا آدمی کے
 لئے خطبہ کا موقع و محل ہے بلکہ اسکے لئے سامعین کا ہونا خواہ وہ تہوڑے ہوں
 یا بہت ضروری ہے صرف جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری کیا گیا اور کسی نماز کے
 لئے یہ بات نہیں۔ لیکن بڑا فرق یہ ہے کہ نماز میں قبلہ کی جانب رخ کیا جاتا ہے
 اور تقرب الی اللہ منظور نظر ہوتا ہے لوگوں کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور نہ اون کو مخاطب
 بنایا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا قَامَ احَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ
 فَاتَّعَيْنَا سَاجِدًا رَبِّهِ وَاتَّعَيْنَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ۔ وَانْ تَعْبَدُ لِلَّهِ كَانَتْ
 تَرَاکَ یَعْبُدُ کَمَا یُرَآءُ ہُوَ تَاہُ کُوْنِیْ شَخْصٌ یُّسَبِّحُ تَحْتِیْ وَہ اپنے رب سے مناجات
 کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اور یہ تو اللہ کی عبادت
 کی وقت یہ خیال رکھ کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور خطبہ میں لوگوں کی طرف رخ کیا

لغت کے ساتھ مبعوث فرمایا جو اُن کی امت کی زبان تھی قال تعالیٰ وما ارسلنا
 من رسل الا بلسان قومہ لیسبہن لہم۔ یعنی ہم نے تمام رسولوں کو اُسی زبان و لغت
 کے ساتھ بھیجا جو اُن کی امت کی زبان تھی تاکہ امت کے روبرو دین کی
 باتوں کو اچھی طرح بیان کریں اور سمجھاویں۔ خلاصہ کلام یہ کہ خطبہ وعظ و نصیحت
 کا نام ہے اور وعظ و نصیحت اُسی وقت ہوگا جب سامعین کو اُن کی زبان
 کے موافق سمجھایا جاوے گا خطبہ میں زیادہ تر خصوصیت و مزیت یہی ہے کہ
 اُس سے لوگوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے دوزخ و جنت وعدہ و وعید اور
 حلال و حرام کا بیان سنایا جاتا ہے واقعات عبرت خیز کو تصویر کھینچ کر دکھایا
 جاتا ہے۔ اس وقت میں وعظ بیان کرنا اور سننا ضروری قرار دیا گیا۔ دیگر
 اوقات میں ضروری نہیں بلکہ جائز و مباح و مستحب۔ جیسے نماز کی کیفیت ہے
 کہ بچگانہ اوقات میں فرض و واجب اور دیگر اوقات میں نفل و مستحب اور
 جیسے روزہ کہ ماہ رمضان المبارک میں فرض و ضروری اور دیگر اوقات
 میں نفل و مستحب۔

آنحضرت صلعم کا خطبہ کی حالت میں ایک شخص کو مخاطب کرنا اور کسی امر کے لیے
 سمجھانا حدیث صحیح سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے اُس حالت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ نے
 ارشاد فرمایا۔ تم فصل رکعتین۔ یعنی کھڑا ہو کر دو رکعتیں ادا کر۔ اور حدیث صحیح میں
 مروی ہے کہ خطبہ کی حالت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بارش
 بند اور قحط کا زور ہے مویشی بھوکے مرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بارش کو لیے
 دعا کیجیے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس قدر بارش ہوئی کہ جمعہ
 آئندہ تک بند نہ ہوئی پھر وہی شخص جمعہ کے روز خطبہ کی حالت میں کھڑا ہوا

لیکن نماز کی حالت اسکے برعکس ہے جنابت یا نقض وضو کی حالت میں اُسکے پاس بچھٹکنا بھی جائز نہیں اسقدر تحریر سے ناظرین باتمکین بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ قرآن میں جو خطبہ کہ ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اُس سے مقصود صرف حمد و صلوة اور تلاوت و قرأت نہیں بلکہ وعظ و تذکیر اور افہام و تفہیم مراد ہے قرآن مجید میں جا بجا ذکر کا لفظ وعظ و نصیحت کے معنی میں بولا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد یسرنا القرآن للذکر فمل من ذکر یعنی ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا اور پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے یہ امر ظاہر ہے کہ بیان پر ذکر سے تلاوت و قرأت مراد دنیا چسپان و موزون نہیں اور نہ نظم عبارت اُسکے مساعد ہے و قال تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ یعنی اے محمد ہم نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا تاکہ تم لوگوں کے رو بہ واسکو بیان کرو اور واضح کر کے سناؤ بیان بھی ذکر سے مراد وعظ و پسند ہے کیونکہ بیان کرنا اور سنانا اور سمجھانا اسی کے لیے موزون ہے و قال تعالیٰ وانه لذكر لک ولقومک وسوف تسکون۔ یعنی تحقیق یہ نصیحت ہے تیرے واسطے اور تیری امت کے واسطے اور قریب ہے کہ تم سے اسکا حساب لیا جائے گا۔ و قال تعالیٰ ان ہوا الا ذکر للعالمین۔ یعنی نہیں ہے یہ مگر نصیحت واسطے جہان والوں کے۔ تذکیر و تذکر کا ماخوذ یہی ذکر ہے اور اس سے مراد بھی وعظ و نصیحت ہے۔ قال تعالیٰ قل ان کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایات السدائخ و ذکر ہم یا ام اللہ۔ لعلم یتذکرون۔ وغیرہا من الایات۔ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ وعظ و نصیحت میں جب تک سامعین و حاضرین کے سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کا لحاظ ہوگا تب تک وعظ لغو و فضول ہوگا۔ بلکہ اُسکو وعظ و تذکیر سے تعبیر کرنا ہرگز درست نہ ہوگا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو سہل و آسان فرمایا اور پیغمبروں کو اُسی زبان و

عربی کا ہونا ضروری ہے مراد اس سے یہ ہے کہ عربی سے خالی نہونا جائیے
یہ مقصود نہیں کہ عربی کے سوا دوسری زبان میں بیان کرنا قطعاً جائز نہیں
کمالا یحییٰ۔ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۸۳ میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے

قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس مینما یقرء القرآن و یدکر
الناس یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے تھے اور درمیان میں جلسہ فرماتے
تھے قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ سناتے تھے امام نووی اپنی
شرح میں تحت اس کے لکھتے ہیں۔ فیہ دلیل للشافعی فی انه یشرط فی الخطبة

الوعظ والقراءة قال الشافعی لا یصح الخطبتان الا بحمد اللہ والصلوۃ علی
رسول اللہ فیہما والوعظ و ہذہ الثلاثۃ واجبات فی الخطبتین الخ یعنی اس
حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے اس امر پر کہ خطبہ میں وعظ و
قراءت کا ہونا شرط ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دونوں خطبوں میں
حمد و صلوٰۃ اور وعظ کا ہونا ضروری ہے بغیر ان تین باتوں کے خطبہ صحیح
و درست نہیں ہو سکتا۔ و نیز صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے۔ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ و علا صوتہ و اشتد
غضبہ کانہ منذرجیش یقول صبحکم و مساکم و یقول اما بعد فان خیر الحدیث الخ
اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خطبہ سے ترغیب و ترہیب اور وعظ
مقصود تھا۔

اب رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عربی کے سوا دوسری
زبان میں کبھی خطبہ کے اندر وعظ نہیں فرمایا۔ سوائے اسکی نسبت گزارش ہے کہ آنحضرت
اور صحابہ کا خطبہ میں وعظ فرمانا اور سامعین کو مخاطب بنانا انجونی ثابت ہے جب
یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا تو ہم کو اس تلاش و جستجو کی کہ صحابہ نے خطبہ میں

اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مکانات کر گئے اور راستے بند ہو گئے
 دعا کیجئے کہ اللہ بارش بند فرماوے آپ نے پھر دعا فرمائی رواہ البخاری
 اور حدیث صحیح میں مروی ہے کہ حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز
 خطبہ فرماتے تھے اُسی حالت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل
 ہوئے۔۔۔۔۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا ایتہ ساتھ ہندہ یا عثمان
 یعنی اے عثمان تم کس وقت میں نماز کے لیے آئے ہو انھوں نے اُسکی کیفیت
 بیان فرمائی۔ رواہ مسلم۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خطبہ جمعہ میں خطیب
 کا کسی شخص کو مخاطب بنانا اور اُس سے کلام کرنا اور ایسے ہی سامعین
 میں سے کسی کا امام سے گفتگو کرنا اور امام و خطیب کا جواب دینا مشروع
 اور درست ہے۔ اور جو کہ حدیث میں وارد ہے کہ خطبہ کی حالت میں
 بات چیت نہ کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ بات کر نیوالے کو خاموش ہونے
 کے لیے حکم کرنا بھی لغو و فضول میں داخل ہے سوال تو اس سے پیرا
 ہے کہ سامعین میں سے ایک کا دوسرے سے بات کرنا ممنوع ہے لیکن
 خطیب سے کسی موقع و محل پر کلام کرنا یا خطیب کا کسی سے ہم کلام ہونا
 مستحب نہیں دوسرے ممانعت کی حدیث عام اور جواز کی حدیث خاص۔
 خاص عام پر قاضی ہوتا ہے۔ پس مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ خطبہ سے مقصود
 ذکر و قرات ہے نہ وعظ و تذکیر اس لیے سوا سی عربی کے دوسری زبان
 میں بیان کرنا جائز نہیں بالکل غلط ہوا۔ علاوہ بران اردو وغیرہ میں بیان
 کرنے سے یہ غرض نہیں کہ اول سے آخر تک اردو کے سوا کچھ نہواور عربی
 سے بالکل خالی ہو بلکہ حمد و صلوة اور آیت قرآن کا عربی میں ہونا مناسب
 ہے شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم وغیرہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ خطبہ میں

و مکروہ قرار دینا چاہیے کیونکہ یہ بھی صحابہ کرام سے ثابت نہیں جب عیدین کے
 خطبہ میں بزبان دیگر وعظ و بیان جائز بلکہ اولیٰ و افضل قرار دیا گیا تو سیطرح
 خطبہ جمعہ میں بھی قرار دینا چاہیے۔ افہام و تفہیم اور تعلیم احکام کی ضرورت
 جس طرح جمعہ کے خطبہ میں ہے ویسے ہی عیدین میں ہے ایک کو جائز
 کہنا اور دوسرے کو ناجائز قرار دینا تخصیص بلا تخصیص اور ترجیح بلا ترجیح
 ہے۔ بعض فقہائے حنفیہ نے نماز کے لیے الفاظ کے ساتھ نیت کرنا اور
 زبان سے بولنا صحیح و مشروع فرمایا اور دلیل اسکی سو اس کے اور کچھ
 نہیں کہ حج کی نیت پر قیاس کیا گیا یعنی جس طرح حج و عمرہ کے لیے زبان
 سے نیت کے الفاظ بولنا اور یہ کہنا کہ اللہم انی اريد الحج والعمرة صحیح و مشروع
 ہے اسی طرح نماز کے لیے نیت کرنا اور اس طرح کہنا کہ نیت کرتا ہوں
 پیچھے اس امام کے فلاں وقت اور اس قدر رکعت وغیرہ بھی مشروع ہے
 حالانکہ نماز اور حج جدا جدا فرض اور دونوں کے احکام مختلف ہیں سیطرح
 خطبہ جمعہ کو خطبہ عیدین پر قیاس کیا جا سکتا ہے پس جس طرح عیدین کے
 خطبہ میں وعظ و بیان اردو وغیرہ مشروع ہوا اسی طرح خطبہ جمعہ میں بھی
 ہونا چاہیے اس سے یہ مقصود نہیں کہ نماز کی نیت کے لیے الفاظ زبان
 سے کہنا صحیح و درست ہے بلکہ الزام کہا گیا ہے جواب تحقیقی وہی ہے
 جو پہلے بیان کیا گیا۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلم خطبہ کو دراز اور طویل فرماتے
 تھے بلکہ بمقابلہ اس کے نماز میں طول فرماتے تھے۔ اس سے یہ خیال
 نہ کرنا چاہیے کہ خطبہ میں وعظ کہنا جائز نہیں کیونکہ خطبہ میں وعظ کہنے
 سے درازی اور طول ہوگا اس لیے کہ درازی اور کمی و کوتاہی مرضانی ہر

عربی کے سوا دیگر زبان میں وعظ فرمایا یا نہیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حاضرین کو مخاطب بنانے اور وعظ کہنے سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ ان کو سمجھایا جاوے۔ اگر اس امر کے لیے تلاش و جستجو کی ضرورت ہے تو یہ امر بھی ضرور تلاش کرنا چاہیے کہ خطبہ کے سوا دیگر اوقات میں آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام نے عربی کے سوا دیگر زبان میں وعظ فرمایا ہے یا نہیں غالباً اس امر کا پتہ لگانا بھی سخت دشوار ہوگا پس اس سے لازم آئے گا کہ کسی وقت اور کسی حالت اور کسی ملک میں عربی کے سوا دوسری زبان میں وعظ کہنا جائز نہ ہوگا۔

صحابہ کرام میں سے خلفاء راشدین کا غیر مالک میں سفر کرنا یا یہ ثبوت کو نہیں پہنچا علاوہ بران صحابہ کرام میں دیگر زبان و لغت کے جاننے والے بہت کم تھے جیسے حضرت زید بن ثابت رضی وغیرہ پس خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان میں بیان نہ کرنا صحابہ کرام میں کثرت و شہرت کے ساتھ نہیں پایا جاتا اگر ہے تو قلیل اور اتفاقی طور پر۔ بہر حال ہمارے لیے اسی قدر کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے خطبہ میں وعظ فرمایا اور لوگوں کو مخاطب بنایا اور قرآن مجید میں رب العالمین نے خطبہ کو وعظ و تذکیر سے تعبیر فرمایا اس سے زائد تفتیش کی ضرورت نہیں۔

مفتی صاحب نمبر دہم جن کا فتویٰ صفحہ ۱۱ میں مذکور ہے فرماتے ہیں البتہ خطبہ عیدین میں اگر خطیب بزبان سامعین تعلیم احکام کرے تو جائز ہے۔ بلکہ اولیٰ و افضل ہے اسکی نسبت گزارش ہے کہ جس طرح خطبہ جمعہ کا اردو وغیرہ میں بیان کرنا اسوجہ سے کہ صحابہ کرام میں نہیں پایا گیا بدعت و مکروہ قرار دیا گیا اسی طرح عیدین کے خطبہ کو بھی اردو وغیرہ میں بیان کرنا جائز

اسی لیے کہ عالم و واعظ ہونا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے قال اللہ تعالیٰ
 وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی
 چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ضرور اس کام پر رہا کرے جو اچھی بات
 کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے۔ وقال تعالیٰ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
 مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ۔ یعنی کیوں نہیں سفر کیا ہر ایک
 فرقہ میں سے ایک جماعت نے تو کہ وہ سمجھ حاصل کر لیں دین کی اور سکھاویں
 اپنی جماعت کو جب وہ اُن کے پاس آویں۔ پس جب ہر شخص پر تحصیل
 علم ضروری نہیں تو وعظ کتنا بھی ضروری نہیں البتہ اولیٰ و افضل یہی ہے
 امام و خطیب وہی شخص ہووے جو عالم و واعظ ہو جیسا کہ احادیث صحیحہ سے
 ثابت ہے واللہ اعلم۔

بعض حضرات اس بارہ میں یعنی عربی کے سوا دیگر زبان میں خطبہ پڑھنے کے
 متعلق یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ بلا شک آنحضرت صلعم نے ہمیشہ عربی میں بیان
 میں خطبہ پڑھا اُسکی وجہ خواہ یہ قرار دی جائے کہ اسوقت مخاطبین و سامعین
 سب اہل عرب تھے یا اُسکے سوا اور کوئی سبب قرار دیا جائے لیکن آپ کا فعل نبوی
 اسکے خلاف نہیں پایا گیا پس ہم کو اتباع فعل نبوی اور اسی کے موافق عمل آمد
 کرنا ضروری ہے یہ خیال کہ اس زمانہ میں مخاطبین و سامعین عربی سے
 ناواقف ہیں اسی لیے اردو وغیرہ میں بیان کرنا چاہیے مناسب نہیں کیونکہ
 فعل رسول کے خلاف ہرگز نہ ہونا چاہیے اگرچہ اس زمانہ میں عربی ہونے کی
 وجہ نہ پائی جائے جیسے رمل فی الطوائف یعنی دور کر تیزی کے ساتھ طوائف
 کرنا کہ آنحضرت نے خاص وجہ سے اسکو مشروغ فرمایا تھا اُسکے بعد اگرچہ وہ
 وجہ نہیں رہی لیکن حکم نبوی پر عمل برابر جاری رہا یہی کیفیت خطبہ عربی کی

اسکے لیے کوئی حد معین نہیں۔ اس قدر ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم بسا اوقات خطبہ میں سورہ ق پڑھتے تھے اور آپ کی قرات نہایت ترتیل اور سہولیت اور توقف و تامل کے ساتھ ہوتی تھی اسکو اندازہ کرنا چاہیے صحیح مسلم میں ام ہشام سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھکو سورہ ق آنحضرت سے سنتے سنتے یاد ہو گئی کیونکہ آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں سورہ مذکورہ پڑھتے تھے اسکی یہ تاویل کرنا کہ سورہ ق تمام و کمال نہیں پڑھی جاتی تھی بلکہ اسکی چند آیتیں تلاوت کی جاتی تھی محض غلط اور بے ثبوت ہے کیونکہ اس کے لیے شرح و بیان کی ضرورت ہے اور جب سورت کا ذکر بغیر بیان و شرح کے حدیث وغیرہ میں آتا ہے تو مراد اس سے پوری سورت ہوتی ہے جیسے نماز جمعہ میں سورہ جمعہ و منافقون کا پڑھنا اور صبح میں سورہ سجدہ و دھڑ پڑھنا بیان پر کامل سورتیں مراد ہیں یہی کیفیت سورہ ق کی ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ سورہ ق سے خطبہ دراز اور نماز اس سے کوتاہ ہو جاوے گی محض غلط فہمی ہے اس لیے کہ نماز کی دونوں رکعتیں یعنی قیام و قرات و رکوع و سجدہ و قومہ و جلسہ و تشہد کا مجموعہ سورہ ق سے کوتاہ نہیں ہو سکتا علاوہ بران کوتاہی و درازی امر اضافی ہے اسکے لیے کوئی حد معین نہیں اپنی طرف سے حد معین کرنا مناسب نہیں۔

یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ خطبہ وغیرہ خطبہ میں وعظ کہنا اسی شخص کے لیے مناسب ہے جو کہ اہل علم اور وعظ بیان کرنے کے لائق و قابل ہو ورنہ اگر ناواقف اور بے علم خطیب و امام ہو تو اس پر ضروری نہیں۔ صرف اس خیال سے کہ خطبہ میں وعظ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کہنا کہ ہر شخص کو تکلف و تصنع کے ساتھ خواہ مخواہ کچھ بیان کرنا چاہیے ٹھیک نہیں

	زمین و آسمان حکمت کا اُسکی ایک جلوہ ہے صبح و شام اُسکے فیض کا ادنیٰ کرشمہ ہے	
کیا مبعوث اُس نے اپنی ذمہ داریوں کو جہان کا پاسبان اُس نے کیا اپنے نقیبوں کو	مریضوں کی دوا کیواسطے پہنچا طبیبوں کو جنگ یا ایکدم میں خفتہ بختوں کو نصیبوں کو	
	و با تھی جو کہ گمراہی کی اُس کو دور مایا ہدایت کے شفا خانہ کو چاروں طرف بھیلایا	
ہمارے واسطے پہنچا محمد نور ایمانی ہوئی حیدم ہویدا اُسکی خوبی اور فہمانی	وہ اپنے ساتھ لائے نسخہ اکبر قرآنی جو تھنا تار یک تیر ہو گیا اکدم میں نورانی	
	کیا تسخیر لوگوں کے دلوں کو جذب غیبی نے بنایا دشمنوں کو دوست تاثیر خدائی نے	
نہ دولت تھی نہ ثروت اور نہ تاج و تخت شاہی تھا مکان تھا جو کہ رہنے کا وہ زیبائش سے خالی تھا	فقط اک جوش میں تھا اور عجز از خدائی تھا فقط اک چھوٹا تھا جو کہ جان تن کا کافی تھا	
	پراسپر عزت ایسی تھی کہ شاہوں کو نہ تھی حاصل وہ ہیبت تھی کہ اُس سے کاٹتے تھے فخر و کدول	
عجب تاثیر تھی اُسکے بیان پر فصاحت میں جو سننے والے حاضر ہو کر تھے اُسکی جامعیت میں	مذہ ایسا جو ہرگز ہو جلوہ کی حلاوت میں ترشہ تھے تھے کہ گویا ہیں وہ میدانِ شہادت میں	
	نکہ جس پر پڑی اُسکی ہوا وہ عاشق و شہیدا ہوئی دل میں یکایک اُسکے الفت دین کی پیدا	
بروز جمہ ہر خطبہ جیتے تھے استناد زبان خوش بیان کرتی تھی انکو ایسا دلدادہ	بہت اُسکے لیے ہوتے تھے سننے والے اکادہ بتاتی تھی نصیحت ان کو گویہ وہ افتادہ	
	مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو جاتا تھا ہفتہ وار	

ہوئی چاہیے۔ اسکے جواب میں گزارش ہے کہ حضرت موصوف کے نزدیک خطبہ میں وعظ کا شامل ہونا مشروع و محمود ہے یا نہیں اگر مشروع نہیں تو حسب قدر دلائل اس بارہ میں پیش کیے گئی ہیں جن سے وعظ کا خطبہ میں شامل ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے اسکا کیا جواب ہے اور اگر مشروع و محمود ہو تو اسکو خاص عربی کے دائرہ و تسکین میں بند کر کے فضول و بیکار کیوں کیا جاتا ہے میدان کشادہ میں لا کر کارآمد اور سودمند کیوں نہیں بنایا جاتا کیونکہ جو نصیحت مخاطبین کی سمجھ میں نہ آئے وہ لغو و رائگان ہے اور اگر یہ امر اتباع سنت کے خلاف سمجھا جاتا ہو تو مناسب ہے کہ خطبہ کے سوا اہل مقامات میں وعظ کسی زبان میں عربی کے سوا نہ بیان کیا جائے تاکہ عمدہ طور پر اتباع سنت عمل میں آوے خیال کرنا چاہیے کہ اذان ثالث بروز جمعہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئی اور نہ شیخین کے زمانہ میں لیکن حضرت عثمان نے بعض مصالح سے اسکو قائم فرمایا اور سوا ایک دو صحابی مثل ابو سعید خدری وغیرہ کے اور تمام صحابہ نے اس سے اتفاق کیا اور تابعین وغیرہم کے زمانہ میں بھی یہی کیفیت رہی اسکی وجہ یہی تھی کہ جس سبب آنحضرت کے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی وہ سبب عثمان غنی کے زمانہ میں قائم نہ تھا یہی کیفیت خطبہ و وعظ اور قرآن و حدیث کے ترجمہ کرنے کی ہو اور قرآن میں اعراب قائم کرنے کی حالت بھی اسی طرح سمجھنی چاہیے اگر خطبہ میں مثل نماز کے وعظ کا شمول مشروع نہ ہوتا اور حمد و تسبیح و مناجات کے سوا اور کچھ اُسکے لیے پایہ ثبوت کو نہ پہنچتا تو اس صورت میں ہرگز جائز نہ تھا کہ خطبہ میں وعظ بیان کیا جائے لیکن جبکہ یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ خطبہ میں وعظ شامل ہو تو عربی سے عقیدہ کرنا ہی موقعہ و سبب محل ہے واللہ اعلم۔

نظم نصیحت امیر از مؤلف رسالہ

اگر سے بڑھکے ہو محتاج اسکا شاہ زور زور
اسی کے نور کا پرتو ہو ماہ و مہرا و راختر

خدا کی نعمتیں بے انتہا نازل ہیں عالم پر
اسی کے کرۂ قدرت کا اک نقطہ ہو بحر و بر

مرمت سے مکان ہوتا ہے جیسے پختہ اور مہوار	
جو ہوتا تھا بیانِ دونخ و جنت سے پروردگار و یا تھا لوٹ جسے کفو شرک و فسق کا تختہ	صحابہ بھی سنائے خطبہ میں تھو و عظم شائستہ کھلا تھا جس سے لوگوں پر خدا کی دین کا رستہ
گروہ تابعین میں بھی یہی دستور جاری تھا اسی سے گم ہوں پر سایہٴ افضال باری تھا	
نمازی جب قدر ہوتے ہیں سن لیتے ہیں خوب اسکو ہدایت کا یہ چشمہ ہو طراوت اسکی پھیلاؤ	بہت اچھا ہو موقع و عظم کا خطبہ میں اسکو گو مناسب اور لائق ہو کہ یہ ہر جا پر جاری ہو
نہیں کہتا ہے بدعت کوئی اسکو عالم دینی وے کہتا ہے سنت ہے میر جسکو حق بینی	
کہ بد نظمی کی جا پر اس ہی ہوتی ہو خوش سہولی جو ہیں گمراہ افسے ہوتی ہو کافور گمراہی	نہیں ہے وعظ سے بڑھ کر کوئی نیک و پرہیزی یکایک ستون سے دور ہو جاتی ہو بدکاری
دلون کے واسطے صغیر مرصنون کو شفا ہو یہ بلاؤن کے لیے درمان اور ابر عطا ہے یہ	
چھپانا امر حق کا اس کے دکو خوب جھانا ہو امیرون کی خوشامد کے لیے ایمان گنونا ہو	جو عالم ہو کے ہند و وعظ سے چھچی چاتا ہو زبان کو روک کر سچ سے وہ سیم و زکما تا ہو
وہ شیطان ہو نہیں انسان خدا کی اسپہ ہو چنگار وہ گونگا ہے نہیں گویا فرشتوں کی ہو اسکو مار	۲
اگر منظور ہے نزدیک ہے ناراہِ نیروان سے کہ تا مسمور ہو و وہ شگفتہ نو ہنا لان سے	یہ عاجز کی نصیحت ہو سنو اسکو دل جان سے ترو تازہ کرو اپنی زمین اس پر باران سے
مسافر ہو تم اس دنیا میں کرو کچھ سفر کا ساز کوئی دن میں پہونچتی ہو فنا کو موت کی آواز	

اطلاع اس مصلح میں ہر قسم کی تکلیف جو ناروغی شہر ضلع انا پت نام سے مسلمان اور مسیحی دونوں میں چھوڑا اور اس سے یہ خط لکھا کہ بت کریں۔
ضیاء الرحمن بغیر کلکتہ کو لوٹو اور تو سب کا رہیں۔